Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

A Research Review of the Importance of Inheritance and its Shariah Rules

وراثت کی اہمیت اور اس کے شرعی احکام کا تحقیقی جائزہ

Dr. Naseem Akhter*
Ms. Shazia Begum
Associate Professor, Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan at-khtr_nsm@yahoo.com
PhD Scholar, Department of Islamic Studies Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan

Citation: Dr. Naseem Akhter*, & Ms. Shazia Begum. (2024). A Research Review of the Importance of Inheritance and its Shariah Rules: وراثت کی اہمیت اور اس کے شرعی احکام کا تحقیقی جائزہ. Al-Qirtas, 3(3), 39-46. Retrieved from https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas/article/view/317

Abstract:
Inheritance is of great importance in Islamic law and is an important part of Islamic Shari'ah, which plays an important role in ensuring justice and social harmony within the family. The concept and rules of inheritance are elaborated extensively in the Qur'an and Sunnah, reflecting their important role in Islamic jurisprudence and aimed at ensuring fairness in the distribution of a deceased person's property. By following these divine injunctions, Muslims ensure the financial stability of their families and maintain the principles of justice and fairness described in the Qur'an and Sunnah, in addition to understanding and following the Shariah injunctions regarding inheritance. It is necessary to protect the rights of orphans, widows and the poor, to strengthen family ties, and to promote economic justice in society.
Keywords: *Inheritance, Family, Qur'an and Sunnah, Muslims.*

وراثت انسان کی زندگی اور معاشرتی ڈھانچے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ والدین یا دیگر رشتہ داروں سے مال، جائیداد، حقوق،اور ذمہ داریوں کی منتقلی کا عمل ہے۔ وراثت کی اہمیت درج ذیل نکات میں واضح کی جاسکتی ہے:

مالی استحکام: وراثت انسان کو مالی استحکام فراہم کرتی ہے۔ جب کوئی فرد وفات پاتا ہے تو اس کی جائیداد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی ہے، جو ان کے مستقبل کے مالی حالات کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

نسلی تسلسل: وراثت کے ذریعے خاندان کی جائیداد اور تاریخی مقامات نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں، جو خاندان کی تاریخ اور ثقافت کو برقرار رکھنے میں مدد کرتے ہیں۔

سماجی درجہ: وراثت سے ملنے والی جائیداد اور دولت سماجی حیثیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ زیادہ جائیداد رکھنے والے افراد کو معاشرے میں زیادہ عزت اور مقام حاصل ہوتا ہے۔

ذمہ داریوں کی منتقلی: وراثت میں نہ صرف دولت اور جائیداد بلکہ ذمہ داریاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً قرضوں کی ادائیگی یا خاندان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری۔

قانونی نظام: مختلف ممالک میں وراثت کے قوانین موجود ہیں جو جائیداد کی تقسیم کو منصفانہ اور منظم بناتے ہیں۔ یہ قوانین خاندان کے تنازعات کو حل کرنے میں بھی مددگار ہوتے ہیں۔

معاشرتی انصاف: وراثت کے قوانین معاشرتی انصاف کو فروغ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اسلام میں وراثت کے قوانین اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ جائیداد کو منصفانہ طریقے سے تمام ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔

وراثت کی یہ اہمیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ یہ صرف مالی فائدہ نہیں ہے بلکہ ایک ذمہ داری اور معاشرتی نظام کا حصہ ہے جسے سمجھنا اور نبھانا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

وراثت کے احکام میں تدریج

اہل جاہلیت کے یہاں وراثت کی بنیاد دو چیزیں تھیں:

- نسب
- سبب

نسب کی بنیاد پر وراثت کا حقدار عورتوں اور بچوں کو نہیں قرار دیتے تھے، اس کی بنیاد پر وہی وارث ہوتا تھا جو جنگ کر سکے اور مال غنیمت جمع کر سکے، ابن عباس اور سعید بن جبیر وغیرہ سے یہی مروی ہے یہاں تک کہ آیت: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾[i] ترجمہ: "لوگ آپ سے عورتوں کے باب میں فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے اللہ تمہیں ان کے بارے میں (وہی) فتویٰ دیتا ہے۔۔۔) اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ﴾[ii] ترجمہ: "اور جو (آیات) کمزور بچوں کے باب میں ہیں۔" تک نازل ہوئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[iii] ترجمہ: "اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے) نازل فرمائی۔

E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد نکاح، طلاق اور میراث وغیرہ میں عہدِ جاہلیت کا طور طریقہ رائج رہا یہاں تک کہ انہیں ان جاہلی طور طریقوں سے ہٹا کر شرعی احکام عطا کئے گئے۔

ابن جریج کا بیان ہے کہ میں نے عطاء سے عرض کیا:

''کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو نکاح، یا طلاق، یا میراث کے بارے میں اسی طور وطریقہ پر باقی رکھا جب لوگوں میں رائج دیکھا؟ تو انہوں نے کہا: ہم کو اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں پہنچی''۔[iv]

سعید بن جبیر سے ان کا قول مروی ہے کہ اللہ تعالی نے رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور کسی چیز کا حکم یا ممانعت آنے سے پہلے لوگ جاہلیت کے طور طریقے پر قائم رہتے تھے، اور جاہلیت کا طور وطریقہ ہی ان میں رائج رہا۔

وہ اسباب جو ان کے درمیان وراثت کی تقسیم کی بنیاد ہوا کرتے تھے وہ دو تھے: ایک عقد و معاہدہ اور دوسرے کسی کو متبنیٰ (لے پالک) بنالینا۔

پھر اسلام آیا تو کچھ دنوں تک یہی طریقہ رائج رہا، پھر منسوخ ہوگیا، لہٰذا کچھ لوگ یہ کہتے ہیں: قرآنی نص کی وجہ سے ان میں آپس میں معاہدہ کی بنیاد پر وراثت چلتی تھی، پھر منسوخ ہوگئی، آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾[v] ترجمہ: ''اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں انہیں ان کا حصہ دے دو''۔ کے متعلق شیبان نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ دور جاہلیت میں ایک شخص دوسرے سے یہ کہہ کر معاہدہ کرلیتا تھا کہ میرا خون تیرا خون، میری عزت پر آنچ تیری عزت پر آنچ ہے، میں تمہارا اور تم میرے وارث ہو، اور میری وجہ سے تمہاری طلب اور تمہاری وجہ سے میری طلب ہوگی۔ راوی کہتے ہیں: چنانچہ وہ اسلام میں بھی پورے مال کے چھٹے حصے کے وارث ہوتے تھے، پھر اہل میراث اپنی میراث لیتے تھے، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور فرمان باری آگیا: ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ﴾[vi] ترجمہ: ''اور رحم کا رشتہ رکھنے والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں''۔

وراثت سے متعلق شرعی احکام

ارث کا ایک لغوی استعمال ترکہ کے معنی میں ہے۔[vii] جمہور کے یہاں اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: میت کے چھوڑے ہوئے اموال وحقوق۔ اور حنفیہ کی اصطلاح میں ترکہ یہ ہے: میت کے چھوڑے ہوئے اموال، جب کہ ان اموال میں سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، لہٰذا حنفیہ کے یہاں اصل وضابطہ یہ ہے کہ صرف انہی حقوق میں وراثت جاری ہوگی جو مال کے تابع، یا مال کے معنی میں ہوں، مثلاً حق تعلّی اور حقوق ارتفاق، لیکن حق خیار وحق شفعہ وصیت شدہ چیز سے انتفاع کے حق میں حنفیہ کے یہاں وراثت جاری نہیں ہوتی۔[viii] اور بالاتفاق ترکہ میں وہ دیت داخل ہوتی ہے جس کا وجوب قتل خطا کی وجہ سے یا قتل عمد میں صلح کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے ہو کہ بعض اولیاء کے معاف کرنے کی وجہ سے قصاص کے بجائے مال واجب ہوگیا ہے، لہٰذا اس دیت میں سے میت کے قرض ادا کئے جائیں گے۔ اور اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔

E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

مالکیہ، شافعیہ کا مذہب، اور حنفیہ کے یہاں مشہور روایت یہ ہے کہ میت کے ترکہ سے سب سے پہلے میت کے وہ قرض ادا کئے جائیں جو وفات سے قبل کے عین ترکہ سے متعلق ہیں مثلاً رہن رکھی ہوئی چیزیں، کیونکہ مورث بحالت حیات ان چیزوں میں تصرف نہیں کر سکتا جن سے دوسرے کا حق متعلق ہو گیا ہے، لہٰذا وفات کے بعد بدرجہ اولیٰ اس کا ان میں کوئی حق نہ رہے گا۔

اگر پورا ترکہ قرض میں رہن رکھا ہوا ہو تو مورث (میت) کی تجہیز و تکفین قرض کی ادائیگی کے بعد ہی ہو گی، یا اس حصہ میں سے ہو گی جو قرض کی ادائیگی کے بعد بچ جائے گا، اگر قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ نہ بچے تو اس کی تجہیز و تکفین ان لوگوں کے ذمہ ہو گی جن پر اس کا نفقہ بحالت حیات واجب ہے۔[ix]

حنابلہ کا مذہب اور حنفیہ کی غیر مشہور روایت یہ ہے کہ اگر انسان مر جائے تو ہر چیز سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے، جیسا کہ اس شخص کا نفقہ جسے دیوالیہ قرار دیا گیا ہو قرض خواہوں سے قرض پر مقدم کیا جاتا ہے، اور تجہیز و تکفین کے بعد بقیہ سارے مال میں سے اس کے قرضے کو ادا کیا جائے گا۔[x]

البتہ ان قرضوں کے بارے میں اختلاف ہے جو تجہیز و تکفین کے بعد ادا کئے جائیں گے۔ چنانچہ حنفیہ کہتے ہیں: اگر قرض بندوں کا ہو تو تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ سے قرض کی مکمل ادائیگی ہو جائے تو ٹھیک ہے، اور اگر ادائیگی نہ ہو سکے، اور قرض خواہ ایک ہو تو باقی ماندہ مال اس کے حوالہ کر دیا جائے گا، اور جو قرض اس کا میت کے ذمہ رہ گیا ہے چاہے تو اسے معاف کر دے، اور چاہے تو دار جزاء کے لئے چھوڑ دے۔

اگر قرض خواہ کئی ہوں، اور سارا قرض دین صحت ہو یعنی قرضدار کی صحت کے زمانہ میں بینہ یا اقرار سے اس کے ذمہ ثابت ہو چکا ہو، یا سب کا سب دین مرض ہو یعنی حالت مرض میں میت کے اقرار کی وجہ سے ان کا ثبوت ہو، تو تمام قرض داروں کے قرضوں کی مقدار و تناسب کے اعتبار سے بقیہ مال ان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اگر دین صحت اور دین مرض دونوں ہوں تو دین صحت کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ حالت مرض میں تہائی سے زیادہ تبرع کرنے کی اس پر پابندی ہے، لہٰذا اس صورت حال میں ان کے اقرار میں بھی ایک طرح کی کمزوری مانی گیا ہے۔

اگر حالت مرض میں ایسے دین کا اقرار کرے جس کے ثبوت کا علم مشاہدہ سے ہو، مثلاً وہ کسی ایسے مال کے عوض میں واجب دین ہو جو اس کی ملکیت میں داخل ہوا ہو، یا اس نے اس کو خرچ کر لیا ہو تو یہ دین، دین صحت ہو گا، کیونکہ اس کا وجوب اس کے اقرار کے بغیر معلوم ہے، اس لئے وہ حکم میں دین صحت کے مساوی ہو گا۔

اگر دین حقوق اللہ میں سے ہو مثلاً روزہ، نماز، زکاۃ، حج فرض، نذر، کفارہ، اور میت اس کی وصیت کر جائے تو بندوں کے قرض کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے تہائی سے اس کی وصیت نافذ کرنا ضروری ہے، اور اگر بغیر وصیت کے مر گیا تو واجب نہیں۔[xi]

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

مالکیہ نے کہاہے: تجہیز وتکفین کے بعد میت کے وہ قرض ادا کیے جائیں گے جو اس کے ذمہ بندوں کے لئے ثابت ہیں، خواہ ان کا کوئی ضامن ہو یا نہ ہو، اور خود قرضوں کی مدت پوری ہو چکی ہو یا دین مؤجل ہوں، کیونکہ دین مؤجل کی مدت موت کے بعد پوری ہو جاتی ہے، پھر ہدی تمتع کو ادا کیا جائے گا اگر وہ جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد مر گیا ہو، اس کی وصیت کرے یا نہ کرے، پھر صدقہ فطرا گر اس میں کوتاہی کی گئی ہو، اور دوسرے کفارات جن میں کمی رہ گئی ہو، مثلاً قسم، روزہ، ظہار، اور قتل کا کفارہ، اگر حالت صحت میں گواہ بنا چکا ہو کہ وہ اس کے ذمہ ہیں۔ یہ سبھی حقوق پورے مال سے نکالے جائیں گے۔ ان کے نکالنے کی وصیت کی ہو، یا نہ کی ہو اس لئے کہ مالکیہ کے یہاں یہ طے ہے کہ اگر انسان اپنے ذمہ حقوق اللہ کے وجوب کا حالت صحت میں گواہ بنادے تو کل مال سے نکالے جاتے ہیں، ان کی وصیت کرے یا نہ کرے، لیکن اگر ان کی وصیت کی، گواہ نہیں بنایا، تو تہائی مال سے نکالے جائیں، اور جن کفارات کا گواہ بنا چکا ہے۔ مالکیہ کے نزدیک وہ اس سامان کی زکاۃ کی طرح ہے جس کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو اور وہ اس کی وصیت کر جائے، اور اسی طرح جانوروں کی زکاۃ جس کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو اور زکاۃ وصول کرنے والے نہ ہوں، اور نہ اس عمر کا جانور ملے جو زکاۃ میں واجب ہوتا ہے، اور اگر ایسا جانور پایا جائے تو وہ اس قرض کی طرح ہے جس کا تعلق کسی حق سے ہو، لہٰذا اس کی ادائیگی تجہیز تکفین سے قبل ہو گی۔[xii]

شافعیہ نے کہا: تجہیز وتکفین کے بعد میت کے ذمہ میں واجب دین کی ادائیگی اصل مال سے کی جائے گی، چاہے وہ اللہ کے ہوں یا بندوں کے، ان کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، کیونکہ یہ اس کے ذمہ واجب حق ہے، اور اللہ کے دین مثلاً زکاۃ وغیرہ، بندیوں کے قرضے پر مقدم ہوں گے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ مال ہلاک ہو چکا ہو، اور اگر مال باقی ہو تو اس سے حق زکاۃ بھی متعلق ہو گا، لہٰذا تجہیز سے قبل اس کی ادائیگی ہو گی، جیسا کہ مالکیہ نے کہا، اور اگر دین کا تعلق کسی عین (معین شئی) سے ہو تو اس کا ادا کیا تجہیز وتکفین پر مقدم ہو گا۔[xiii]

حنابلہ نے کہاہے: تجہیز وتکفین کے بعد رہن کا حق ادا کیا جائے گا، پھر بھی اگر مرتہن کا کچھ قرض رہ جائے تو دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہو گا، کیونکہ وہ اس سلسلہ میں ان کے برابر ہے، اور اگر رہن کی قیمت سے کچھ بچ جائے تو اس کو دوسرے مال کے ساتھ ملا کر قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، پھر ان سب کے بعد ان دیون کی اور ادائیگی ہو گی جن کا تعلق اعیان (معین چیزوں) سے نہیں، یعنی وہ قرضے جو میت کے ذمہ میں واجب ہیں، اور قرض خواہوں کے حق کا تعلق پورے ترکہ سے ہو گا، اگرچہ دین پورے ترکہ پر حاوی نہ ہو، خواہ یہ دین اللہ تعالیٰ کا ہو، مثلاً زکاۃ، کفارات، حج فرض، یا بندے کا ہو مثلاً قرض، قیمت اور اجرت، اور اگر دیون ترکہ سے زیادہ ہوں، اور اللہ کا دین اور آدمی کا دین ترکہ سے پورا نہ ہو تو اپنے دین کے تناسب سے آپس میں حصہ لگائیں گے، جیسا کہ مفلس (دیوالیہ) کے مال کا حکم ہے، خواہ یہ دیون صرف اللہ کے ہوں یا صرف بندوں کے، یا مختلف نوعیت کے، پھر دین کے بعد تینوں حقوق کی ادائیگی سے بچ رہے مال کے تہائی سے اجنبی (غیر وارث) کے لئے وصیت نافذ کی جائے گی، اور اگر وصیت کسی وارث کیلئے ہو تو بقیہ ورثاء کی اجازت ضروری ہے، اور اگر وصیت اجنبی کے لئے ہو تو تہائی سے زائد ہونے کی شکل میں ہر وارث کی اجازت پر موقوف ہو گی۔[xiv]

E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

فقہاء کا اجماع ہے کہ دین وصیت پر مقدم ہے، کیونکہ حضرت علی نے فرمایا: حضور ﷺ کا فیصلہ ہے کہ دین وصیت سے پہلے ہے، اور اس لئے کہ دین پر اس کی ضرورت وحاجت حاوی ہوتی ہے۔ لہٰذا ور مقدم ہو گا جیسا کی تجہیز وتکفین کا خرچہ پھر اس کی وصیتوں کا نفاذ ہو گا۔

آیت کریمہ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾[xv] ترجمہ: ''بعد وصیت (نکالنے کے) جس کی تم وصیت کر جاؤ یا ادائے قرض کے بعد) میں وصیت کا ذکر دین سے پہلے ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت میراث کے مشابہ ہے، کیونکہ وصیت شدہ شئی بلا معاوضہ لی جاتی ہے، اس کی وجہ سے ورثاء پر اس کا نکالنا اور نافذ کرنا شاق ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس میں کوتاہی کا گمان غالب پایا جاتا ہے، بر خلاف دین کے کہ طبیعت اس کی ادائیگی پر آمادہ ہوتی ہے، لہٰذا وصیت کا ذکر پہلے کر کے اس کی ادائیگی کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اس کی ادائیگی بھی دین ہی کی طرح واجب ہے یا اس میں بھی جلدی کرنی چاہیئے، اور اسی وجہ سے ان دونوں کے درمیان ایسا کلمہ لایا گیا ہے جو مساوات کو بتاتا ہے، مزید یہ کہ اگر وصیت تبرعات کی ہو، اور ترکہ سے مکمل وصیت کی ادائیگی نہ ہو سکتی ہو تو دین کا وصیت پر مقدم کرنا ظاہر ہے، کیونکہ دین کی ادائیگی آدمی پر فرض ہے، بحالت حیات اس کی ادائیگی پر اس کو مجبور کیا جاتا ہے، اور مذکورہ وصیت نفل ہے، اور بلاشبہ فرض نفل سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔[xvi]

تکفین اور دین کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے تہائی سے وصیت پوری کی جائے گی نہ کہ اصل مال سے، یہی مذاہب اربعہ کا حکم ہے، البتہ حنفیہ میں سے خواہر زادہ اس سے مستثنیٰ ہیں، اس لئے کہ تکفین اور دین کی ادائیگی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے، میت کی لازمی ضروریات میں خرچہ ہے، لہٰذا اب جو بچ رہا ہے وہی اس کا مال ہے جس کے تہائی میں اس کو تصرف کرنے کا اختیار تھا، نیز یہ کہ بسا اوقات بقیہ سارا مال کل مال کے تہائی سے زیادہ نہ ہو گا، اس صورت میں وصیت پوری کرنے کے نتیجے میں ورثاء محروم ہو جائیں گے، خواہ وصیت علی الاطلاق ہو یا معین طور پر دونوں ہے، اور یہی صحیح ہے۔

حنفیہ میں سے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا: اگر وصیت معین ہو تو وارث پر مقدم ہے، اور اگر علی الاطلاق ہو مثلاً تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کرے، تو یہ میراث کے معنی میں ہے، کیونکہ یہ وصیت پورے تاکہ میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اس صورت میں موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی ہے) ورثاء کے ساتھ شریک ترکہ ہو گا، ان پر مقدم نہ ہو گا، وارث کے حق کی طرح پورے ترکہ میں وصیت کے پھیلی ہوئی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وصیت کے بعد مال زائد بچ جائے تو دونوں حقوق میں اضافہ ہو گا، اور اگر کم ہو تو کمی دونوں میں ہو گی، یہاں تک کہ اگر وصیت کے وقت میت کا مال مثلاً ایک ہزار تھا پھر وہ بڑھ کر دو ہزار ہو گیا، تو موصی لہ کو دو ہزار کا تہائی ملے گا، اور اس کے برعکس شکل میں ایک ہزار کا تہائی لے گا۔[xvii]

تکفین، دین اور وصیت پوری کرنے کے بعد میت کا باقی ماندہ مال ان ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا جن کا وارث ہونا کتاب اللہ سے ثابت ہے، یعنی وہ لوگ جن کا ذکر قرآنی آیات میں ہے، یا وہ لوگ جن کا وارث ہونا سنت نبویہ ﷺ سے ثابت ہے، مثلاً یہ فرمان نبوی ﷺ: ''أطعموا الجدات السدس'' ترجمہ: ''جدات کو سدس (چھٹا حصہ) دو''، یا وہ لوگ جن کا وارث ہونا اجماع سے ثابت ہے مثلاً دادا، پوتا، پوتی، اور دوسرے تمام ورثاء جن کی وراثت اجماع سے ثابت ہے۔[xviii]

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

سورۃالنسآء: 127۔

ایضاً

سورۃالنسآء: 11۔

الجصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازی، احکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1405ھ، ج3، ص 143۔

سورۃالنسآء: 33۔ یہاں عقدت عاصم، حمزہ اور کسائی کی قراءت ہے۔ قراء سبعۃ میں سے بقیہ نے عاقدت پڑھا ہے۔ (تفسیر الجصاص، ج3، ص 143، 144۔) فیروزآبادی، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1426ھ، 2005ء، ج1، ص 167۔

سورۃالاحزاب: 6۔

فیروزآبادی، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، ج1، ص 167۔

ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، ردالمحتار علی الدرالمختار، ج5، ص 599۔ ابن قدامہ، ابوالفرج شمس الدین عبدالرحمٰن محمد بن احمد، الشرح الکبیر، ج4، ص 457۔ الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج6، ص 3۔ الفرضی، ابراہیم بن عبداللہ، العذب الفائض شرح عمدۃ الفارض، ج1، ص 13۔

حوالہ سابقہ

الفرضی، ابراہیم بن عبداللہ، العذب الفائض شرح عمدۃ الفارض، ج1، ص 13۔

شرح السراجیہ، طبع مصطفیٰ الحلبی، مصر، بلاسن، ص 5، 6۔

الدسوقی، محمد بن احمد بن عرفۃ، حاشیۃ الدسوقی، دارالفکر، بیروت، بلاسن، ج4، ص 408۔

الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج6، ص 76، 77۔

الفرضی، ابراہیم بن عبداللہ، العذب الفائض شرح عمدۃ الفارض، ج1، ص 13۔

سورۃالنسآء: 11۔

السراجیہ، ص 4، 5۔

http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

الدسوقی، محمد بن احمد بن عرفۃ، حاشیۃ الدسوقی، ج 4، ص 458۔الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج 6، ص 107۔الفرضی، ابراہیم بن عبداللہ، العذب الفائض شرح عمدۃ الفارض، ج 1، ص 13۔السراجیہ، ص 6، 7۔

اس حدیث کا تذکرہ جرجانی نے شرح سراجیہ (ص، 7 طبع مصطفیٰ الحلبی) میں کیا ہے۔ نیز مؤطا مالک، مسند احمد اور سنن اربعہ میں بروایت حضرت مغیرہؓ اور محمد بن مسلمہؓ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "شهدت النبی ﷺ اعطاها السدس" (میری موجودگی میں حضور ﷺ نے اس کو چھٹا حصہ دیا)، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نصب الرایہ، ج 4، ص 428۔)